قسط سوم

جدید اسلامی قانون سازی کے مسائل

پروفیسر جوزف شاخت

ترجمہ

از جناب مولوی فضل الرحمن صاحب ایم اے، ایل، ایل، بی دھلیگ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

روایتی اسلامی قانون کی موجودہ ہیئت میں تبدیل وترمیم کے رجحان کے پہلو بہ پہلو جو شرق ادنیٰ کے عرب ممالک میں اچھی طرح پھیل چکا ہے، ایک بظاہر مخالف رجحان بھی پایا جاتا ہے اور وہ ہے فقہِ اسلامی کے اصولی قواعد کی بنا پر عقود والتزامات کے ایک ایسے جدید قانون کی تحقیق کی خواہش جس میں نہ صرف اسلامی قانون کے خصوصی اداروں کو استعمال کیا گیا ہو بلکہ جس میں عمومی رسمی اور صوری اصولوں سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہو جنھیں متقدمین فقہا نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا تھا۔ اسے "سیکولر اسلامی قانون" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ نام اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو تناقض فی الصفات ہے۔ یہ رسمی فنی قواعد و اصول جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کسی درجے میں بھی اسلامی نہیں[۵] فقہِ اسلامی میں ان کی حیثیت قطعی بیرونی اور خارجی عناصر کی ہے۔ اگر کسی جدید سیکولر قانون کی تخلیق ضروری ہی ہے تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ روایتی نظام کے کسی بھی اصولی خدوخال کو کیوں برقرار رکھا جائے۔ مزید براں ہم دیکھتے ہیں کہ اس قانون کی تخلیق کی تجویز پیش کرنے والے بڑی حد تک وہی لوگ ہیں جو اسلامی قانون کی

---

۵ بالا ص

جدت پسندانہ تشکیل عملی زندگی کے ان گوشوں میں بھی کرنا چاہتے ہیں جہاں اب تک اس کا انطباق ہوتا رہا ہے۔ مثال کے طور پر عبد الرزاق السنہوری جن نے خلافت کے نظریے کے مقابلے میں اس کے عملی ارتقا پر فقہِ اسلامی کے احکام خمسہ کا اجرا کرنے کی کوشش کی ہے[۱]۔ مذکورہ دونوں رجحانات کا سرعمل ہیں۔ ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی قانون کے تصور کی گرفت جدت پسند اسلامی قانون دانوں کے دماغوں پر کتنی سخت ہے۔ عمل کے ان دونوں مسلکوں کے پس پشت جو مشترک مقصد کام کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ مغرب سے مستعار لئے ہوئے جدید تصورات کو روایتی قالب میں پیش کیا جائے[۲] لیکن اس بات کا احساس تقریباً مفقود ہے کہ یہ دونوں مسالک باہم متناقض ہیں[۳]۔

"سیکولر اسلامی قانون سازی" کے ساتھ اس دلچسپی رکھنے کے نتیجے میں ایسے متعدد مطالعات وجود میں آئے ہیں جن میں مشرقِ ادنیٰ کے جدت پسند مسلمان قانون دانوں نے روایتی اسلامی فقہ کے فنی اور رسمی اصول و قواعد کو پیش کر کے رومی اور جدید فرانسیسی قانون کے اصول و قواعد سے اُن کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی ہے[۵]۔ اگرچہ اس کوشش میں پلّہ اپنا ہی بھاری رکھنے کا جذبہ نمایاں طور پر موجود ہے۔ اس تقابلی مطالعے کے ذریعے ان حضرات نے اسلامی قانونِ عقود و التزامات کو بعض اوقات ایک تقابلی زاویہ نظر سے جدید قانونی فکر کی عنوانی تقسیموں کے تحت پیش کرنا چاہا ہے[۶]۔

---

[۱] بالا ص ۹

[۲] سیکولر اسلامی قانون سازی کا ایک لازمی نتیجہ عدل گستری کے نظام کی وحدانیت کا مطالبہ ہے جس کے پیش نظر مصر (بالا ص ۱۸۳) اور تونس (زیر ص ۱۲۲) میں محاکمِ شرعیہ کو توڑ دیا گیا۔ [۳] باوجودیکہ ماضی میں برطانیہ اور مصر کا نہایت قریبی تعلق رہا تاہم امتیازات اجنبیہ کی بنا پر انگریزی قانون اور فلسفہ قانون مصر کے جدید قانونی فکر پر اثر انداز نہ ہو سکا۔ دیکھئے LETTERS FROM AN EGYPTIAN TO AN ENGLISH POLITICIAN UPON THE AFFAIRS OF EGYPT (مصری امور کے بارے میں ایک مصری کے خطوط ایک انگریز سیاستداں کے نام) مع مقدمہ از جان ایم۔ رابرٹسن (ROBERTSON) ایم۔ پی، لندن (روٹلیج اینڈ سنز) ۱۹۰۸ء۔ صرف فلسطین میں برطانوی انتداب کے زیر اثر عثمانی "مجلہ" اور انگریزی "کامن لا" (باقی ص ۳۲۷ پر)

دستیکو اسلامی قانون سازی کے علم بردار وں کے عزائم بڑے بلند ہیں۔ السنہوری کہتا ہے کہ مصر کے دیوانی قانون کی نئی تشکیل کا ایک اہم عنصر اسلامی قانون ہے[لے] لیکن ان کوششوں کے جو نتائج اب تک برآمد ہوئے ہیں وہ ندرت اور اہمیت دونوں میں سے کسی کے اعتبار سے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے۔ جب سے شرقِ ادنیٰ کے ممالک میں مغرب سے متاثر دیوانی قوانین کا اجرا ہوا تب اسلامی قانون کے بعض اہم ادارے مثلاً شفعہ، حوالہ، خیار الشرط، سَلَم اور یہ اصول کہ نشہ آور اشیاء کی بیع کے نتیجے میں جو دَین لازم آتا ہے اس کے لئے قانونی چارہ جوئی نہیں کی جاسکتی، برابر مصر اور دوسرے ممالک کے دیوانی قانون میں برقرار رکھے گئے اور ۱۹۴۹ء کے مصری دیوانی قانون کے توضیحی نوٹ کے علی الرغم اسلامی قانون اس دیوانی قانون کے اجزائے ترکیبی میں اس سے زیادہ شامل نہیں جتنا اس کے پیشرو قانون میں تھا۔[ے] زیر بحث رجحان کے عملی اثرات صرف ۱۹۴۹ء کے مصری دیوانی قانون کے ابتدائی پیراگراف میں ظاہر ہوتے ہیں جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر کسی مسئلے کے بارے میں قانون مذکور میں صراحۃً یا دلالۃً کوئی

(بقیہ صفحہ ۳۲۶) کے باہمی امتزاج سے اینگلو محمڈن لا کی طرح ایک چیز وجود میں آئی۔ دیکھئے: سی۔ اے ہوپر (Hooper) The civil law of Palestine and Trans-Jordan (فلسطین اور شرقِ اردن کا دیوانی قانون) I ، یروشلم (عزرائیل پریس) ۱۹۳۶؛ (The Times) ۱۶ ستمبر ۱۹۵۵ء۔

لے مثال کے طور پر دیکھئے: صبحی محمصانی: فلسفۃ التشریع فی الاسلام، بیروت ۱۹۴۶؛ ایضاً: النظریۃ العامۃ للموجبات والعقود فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ۲ جلد، بیروت ۱۹۴۸؛ مصطفیٰ احمد الزرقا: المدخل الفقہی العام الی الحقوق المدنیۃ، دمشق ۱۹۵۲ (یہ پہلی جلد ہے ایک کتاب کی جس کا معنی خیز نام القانون الاسلامی فی ثوبہ الجدید ہے)؛ محمد یوسف موسیٰ: الاموال ونظریۃ العقد فی الفقہ الاسلامی، قاہرہ ۱۹۵۲؛ عبد الرزاق احمد السنہوری: مصادر الحق فی الفقہ الاسلامی، ۲ جلد (اب تک اس کی ۶ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ مترجم)، قاہرہ ۱۹۵۴-۵۵۔

Introduction A L'ETUDE DU DROIT Comparé Recueil d'études EN L'Honneur D'Edouard (LAMBERT) ۱۱، ۲۷۱-۲۶۳

(باقی صفحہ ۳۲۸ پر)

ہدایت نہیں ملتی تو عرف وعادۃ (CUSTOM) اور فطری انصاف (NATURAL JUSTICE)
کے اصولوں کے ساتھ ساتھ اسلامی قانون (یعنی فقہ اسلامی) کے اصولوں سے بھی رجوع کیا جائے گا۔ دو
مقامات جہاں ان اثرات کے نشانات ملتے ہیں سنہ ۱۹۴۹ء کے شامی دیوانی قانون اور سنہ ۱۹۵۳ء کے عراقی
دیوانی قانون کے ابتدائی پیراگراف ہیں (اگرچہ مذکورہ متعدد عناصر کے تقدم وتاخر کے بارے میں ان
قوانین میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے[1]) سنہ ۱۹۵۰ء اور سنہ ۱۹۵۳ء دونوں مرتبہ کے شامی دستور نے اس
بات کا بڑی صراحت سے اعلان کیا ہے کہ اسلامی قانون (یعنی فقہ اسلامی) قانون سازی کا حقیقی
ماخذ اور اصل مصدر ہے۔ اب دیکھنا صرف یہ ہے کہ یہ اصول جس کے خلاف شام کی عیسائی اقلیت
نے زبردست احتجاج کیا، عملی زندگی میں کس طرح جاری کیا جاتا ہے۔ پھر یہ بات بھی کچھ کم اہم نہیں ہے
کہ اسلامی قانونی جدت پسند حضرات، جن کا تذکرہ ہو رہا ہے اپنے مسلک کے برخلاف اسلامی قانون،
فقہ اسلامی کی وفاداری کا بھی وقتاً فوقتاً زبانی دم بھرتے رہتے ہیں۔ انھوں نے کم از کم ایک لحاظ
اپنے دعوے کو حق بجانب ثابت کر بھی دیا ہے، وہ یہ کہ یہ انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ مشرق اد
کے متعدد عرب ممالک خصوصاً مصر، شام اور عراق میں پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قوانین میں ایسی
مشابہت پیدا ہو گئی ہے جو ایک خاندان کے مختلف افراد میں پائی جاتی ہے یہاں تک کہ السنہوری جس کی
ذاتی کوششوں کو اس ارتقا میں بڑا دخل رہا ہے "عرب سول کوڈ" (عرب دیوانی قانون) کے الفاظ استعمال کرتا[2]

(بقیہ صـ) [2] لبنان ذی بلغان: در مجلہ REVUE ALGERIENNE (الجزائری جائزہ) جلد ۲، ۱۹۵۹ء، ۲۱۱ - ۲۲۰

[3] ڈیمیلیا ر (D'EMILIA): ANNUARIO DI DIRITTO COMPARATO E DI STUDI - LEISLARIVI (تقابلی قانون اور مطالعہ تقنین کا سالنامہ) جلد ۳، ۱۹۵۷ء، ۱۱۳ - ۱۳۶۔

---

[1] ان قوانین کے تاریخی پس منظر کے لئے دیکھئے: زہیر اسی جویدہ در مجلہ GEORGE WASHINGTON LAW REVIEW (جارج واشنگٹن جائزہ قانون) ۱۹۵۳ء، ۱۶۷-۱۸۶ [2] در "العالم العربی" جلد ۲، قاہرہ ۱۹۵۳ء، ۵ - ۶۹؛ مزید دیکھئے: محمد کامل مرسی: التقنین المدنی الجدید (مختلف دیوانی قوانین کے متون کا تقابلی مطالعہ ہے) قاہرہ ۱۹۴۹ء؛ عرب کے دعاوی کی [illegible] کے لئے دیکھئے ڈیمیلیا: (ANNUARIO) محولہ بالا، جلد ۳۲، ۱۹۵۶ء، ۸۲ - ۱۱۶ (خصوصاً ص ۱۱۶)

اب سے کافی عرصہ پہلے تونس میں فرانسیسی حکومت کے زیر سایہ ایک ایسے قانون کا اجرا ہوچکا ہے جو باعتبار اپنے نظام کے اس وجہ سے کہیں زیادہ دور رس اثرات رکھتا ہے کہ اگرچہ اس کا ماخذ براہ راست فقہ اسلامی ہے لیکن اس کا انطباق سیکولر عدالتوں کے ہاتھ میں سونپا گیا۔ دیگر ممالک میں جن معاملات کے بارے میں عموماً روایتی اسلامی قانون پر عمل کیا جاتا ہے اُن کے بارے میں تونس کی شرعی عدالتیں (المحاکم الشرعیہ) بھی اسلامی قانون کی پیروی کرتی تھیں۔ مذکورہ معاملات کے علاوہ باقی ماندہ دیوانی اور کل فوجداری اختیارات 'اوزارا' (OUZARA) کی سیکولر عدالت کے ہاتھ میں تھے۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر کارکردگی میں اضافے کے لئے اوزارا کی عدالت کو نہ صرف جدید خطوط پر دوبارہ منظم کیا گیا بلکہ اس کے لئے ایک دیوانی قانون فراہم کرنے اور قانون کے بارے میں بے یقینی اور بے اصولے پن کو ختم کرنے کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جس کی طرف آنجہانی پروفیسر ڈی سنٹیلانا (D. SANTILLANA) المتوفی ۱۹۲۱ء نے جو اسلامی قانون کے خصوصی ماہر ہونے کے علاوہ پیشہ ور وکیل بھی تھے، تونس کے دیوانی اور تجارتی قوانین کا ایک مسودہ ۱۸۹۹ء میں پیش کیا۔[۵] یہ مجموعہ قوانین' جس کا نام 'کوڈ سنٹیلانا' (مدونہ سنٹیلانا CODE SANTILLANA) ہے' اسلامی اور رومی قانون کے مشترک خدوخال پر زور دیتا ہے۔ اس کے ایک حصے کو ۱۹۰۶ء میں قانون العقود والالتزامات کے نام سے تونس کے دیوانی قانون کی حیثیت سے نافذ کردیا گیا۔ تونس ہی وہ ملک ہے جس میں مالکی مفتی اعظم محمد بن جعیط نے ۱۹۴۸ء میں وزیر انصاف کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد ایک ایسا کمیشن مقرر کرنے کا جرأت مندانہ اقدام کیا جس کے سپرد اسلامی عائلی قانون کے ایک ایسے مجموعے کی تیاری تھی جو مالکی اور حنفی مذاہب فقہ کے اصولوں کو جنھیں تونس میں یکساں طور پر مستند تسلیم کیا جاتا تھا، ہم آہنگ کردے۔[۶] میں اس اقدام کو

---

[۵] CODE CIVIL ET COMMERCIAL TUNISIEN (دیوانی اور تجارتی قانون) ایک تجویز جس پر ایم۔ ڈی۔ سنٹیلانا کی رپورٹ کی روشنی میں بحث کرکے منظور کیا گیا' تونس (IMPRIMERIE GENERALE) ۱۸۹۹ء۔

[۶] کوڈ سنٹیلانا کے برخلاف یہ دوسری چیز خالص تونسی کوشش تھی۔

جرأت مندانہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ ہم اس وقت روایتی اسلامی فقہ کی فضا میں گفتگو کر رہے ہیں نہ کہ قانونی جدت پسندی کی۔[1] تونس میں وزارت کی تبدیلی کی وجہ سے یہ عظیم الشان منصوبہ خاک میں مل گیا۔ قوانین کے اس مجموعے کے چھپے ہوئے نسخے ۱۹۵۰ء میں تلف کر دیے گئے۔[2] تاہم یہ بات بجائے خود کم اہم نہیں کہ تونس میں یہ ممکن ہے کہ روایتی مسلک کا ایک فقیہ اسلام جو مفتی اعظم بھی ہے وزیر انصاف اور وزیر کی حیثیت سے اوزارا کی سیکولر عدالت کا ذمہ دار بن جائے۔ یہ زمانہ کم وبیش وہی ہے جب مصر میں روایت پسند فقہائے اسلام نے اس سرکاری جشن میں حصہ لینے سے انکار کر دیا تھا جو اس ملک کے سیکولر نظام عدل گستری کے ایک اہم موڑ یعنی مخلوط عدالتوں کے توڑنے کی خوشی میں برپا کیا گیا تھا۔ آخرکار تونس نے ۱۹۵۶ء کے قانون کو منظور کر کے اپنے آپ کو ان ملکوں کا میر کارواں ثابت کر دیا جو اسلامی قانونی جدت پسندی کی منزل کی طرف سرگرم سفر ہیں۔ سب سے پہلے اوقافِ عامہ ختم کئے گئے اور اُن کی آمدنیوں کو حکومت کی مِلک قرار دے دیا گیا۔ یہ فعل قانونی اہمیت کے اعتبار سے شام اور مصر کے اوقاف کے خاتمے سے کہیں بڑھ کر تھا۔[3] دوسرے ایک سال قبل کے مصری قانون کی پیروی کرتے ہوئے محاکم شرعیہ کے ان اختیارات کو جن کے تحت وہ روایتی اسلامی قانون کا انطباق کیا کرتے تھے سلب کر لیا گیا اور تیسرے تونس کے لئے احکام شخصیہ کا ایک نیا قانون بعنوان مجلۃ الاحکام الشخصیۃ (TUNISIAN CODE OF PERSONAL STATUS) منظور کر کے نافذ کر دیا گیا۔[4] اگرچہ تونس کی وزارت انصاف نے ایک گشتی مراسلے میں اس بات کا دعویٰ

---

[1] روایت پسند علما کے احتجاج اور مخالفت کی وجہ سے شاہ ابن سعود مرحوم کو اسی نوعیت کی ایک تجویز کو ۱۹۲۷ء میں مسترد کر دینا پڑا تھا۔ دیکھئے: ORIENTE MODERNO (مجلہ شرقِ جدید) جلد ۸، ۱۹۲۸، ۷۴ - ۳۸؛ بحوالہ مقالات (MALLINO): RACCOLTA DI SCRITTI (مجموعہ مقالات) ۱، روم ۱۹۳۹، ۹۹ -

[2] اس دور کے سیاسی حالات کے لئے ... دیکھئے: مجلہ شرقِ جدید محولہ بالا جلد ۳۳، ۱۹۵۳، ۲۱۶ [3] دیکھئے: [illegible]

[4] انگریزی ترجمہ از جی۔ این۔ اشتفائر (SFEIR): MIDDLE EAST JOURNAL (مجلہ شرقِ اوسط) جلد ۱۱، ۱۹۵۷، ۳۰۹ - ۳۱۸؛ فرنچ ترجمہ مع تفصیلی شرح از کولومر (COLOMER): (باقی صفحہ ۳۴۰ پر)

کیا ہے کہ اس قانون کو اسلامی قانون کے اعلیٰ درجہ کے ماہرین نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے اور اگرچہ اس قانون نے بعض ایسے اداروں کو برقرار رکھا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے خالص اسلامی ہیں مثلاً مہر، رضاعت کی بنا پر حرمتِ نکاح، اور باوجودیکہ یہ قانون فروعی مسائل میں تونس میں مستند سمجھے جانے والے دونوں فقہی مذاہب میں سے کسی ایک سے ضرور متفق ہیں تاہم کسی دور از کار تاویل کے ذریعے اسے روایتی اسلامی قانون کا جز قرار دینا اور یہ کہنا کہ یہ روایتی اسلامی قانون ہی کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے ممکن نہیں۔ تونس کے بہت سے اعلیٰ درجہ کے علمائے جن کا تعلق عدالتوں سے تھا اس قانون کے خلاف ایک فتویٰ صادر کیا جس میں اس کوڈ کی کھل کر مخالفت کی گئی۔ ان علماء میں سے چار نے جن میں مالکی اور حنفی دونوں مذاہب کے مفتی اعظم بھی شامل تھے بطور احتجاج کے عدالت عالیہ (TRIBUNAL SUPERIEUR) سے جس کے وہ ممبر تھے استعفا دے دیا[1] یہ صحیح ہے کہ کوڈ کا جو حصہ قانون وراثت سے متعلق ہے اس نے اسلامی قانون وراثت کو بغیر کسی تبدیلی کے بعینہٖ قبول کر لیا ہے[2] جس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ یہ سمجھا گیا کہ تونس کے سماجی

(بقیہ صفحہ ۳۳۰) REVUE ALGERIENNE (الجزائری جائزہ)، جلد ۳، ۱۹۵۶ء، ا، ۹۹-۲۳۹؛ نیز دیکھیے مطالعات از جے. روسیے (ROUSSIER): REVUE JURIDIQUE ET POLITIQUE DE L'UNION FRANÇAISE (فرانسیسی یونین کا قضائی وسیاسی جائزہ)، ۱۹۵۶ء، ۲۱۳-۲۳۰؛ واز ای. پرتش (PRITSCH): THE WORLD OF ISLAM (مجلہ عالم اسلام) نیا سلسلہ جلد ۵، ۱۹۵۶ء، ۱۸۸-۲۰۵؛ واز جی. ڈی. اینڈرسن (ANDERSON): INTERNATIONAL AND COMPARATIVE LAW QUARTERLY (سہ ماہی بین الاقوامی وتقابلی قانون)، ۱۹۵۸ء، ۲۶۲-۲۷۹۔

---

[1] یہ دلچسپ بات ہے کہ فتوے پر دستخط کرنے والے سب حضرات نے یہ طرز عمل اختیار نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قانون کے خلاف رسمی طور پر احتجاج کرنے کے بعد وہ اسلامی قانون کو امکانی حد تک محفوظ رکھتے ہوئے اس کے نفاذ پر تیار تھے۔

[2] فتوے پر دستخط کرنے والوں کو جس بات سے اختلاف تھا وہ یہ تھی کہ اس قانون کے ذریعے میراث سے محروم صرف مباشر قاتل کو قرار دیا گیا تھا مسبب قتل کو نہیں۔ لیکن عملی طور پر یہ بات کوئی ایسی زیادہ اہم نہیں۔

ثات کے تقاضوں کو یہ قانونِ وراثت اب بھی بحسن وخوبی پورا کرسکتا ہے[1]۔ لیکن نکاح وطلاق قوانین کو ایسا بدلا گیا کہ ان کی شکل بھی اب نہیں پہچانی جاتی۔ مثال کے طور پر تعددِ ازدواج کو ممنوع قرار دے کر اسے ایک قابلِ تعزیر فوجداری جرم قرار دے دیا گیا[2]۔ نکاح اب فریقین کی رضامندی سے ہوتا ہے، طلاق صرف عدالت کے ذریعے ہوسکتی ہے۔ اور وہ بھی صرف ان تین صورتوں میں (الف) فریقین میں سے کوئی ان شرائط کی بنا پر طلاق کی درخواست دے جو کوڈ میں معین کردی گئی ہیں (ب) فریقین طلاق پر باہم رضامند ہوں (ج) صرف ایک فریق طلاق کی درخواست دے۔ اس صورت میں جج وہ رقم متعین کرے گا جو ہرجانے کے طور پر وہ فریق دوسرے کو ادا کرے گا۔ اس طرح نہ صرف ازدواجیت اور طلاق کے بارے میں بیوی اصولی طور پر شوہر کی ہمسر بنادی گئی بلکہ ضمنی طور پر ملکیت کے ان معاملات کے بارے میں بھی جو نکاح کا نتیجہ ہوتے ہیں[3]۔ یہ نو بعید از قیاس ہے کہ تونسی قانون کا مسودہ تیار کرنے والوں کو فدا بخش کے خیالات[4] کا علم رہا ہوگا تاہم اس میں شک نہیں کیا جاسکتا کہ تونسی کوڈ اسی طرح کے خیالات سے متاثر ہے۔ تونس کے اربابِ حل وعقد کچھ بھی اعلان کریں ان کا مذکورہ شخصی قانون، اگر معروضی طور پر دیکھا جائے، روایتی اسلامی قانون سے اتنا ہی مختلف ہے جتنا ترکی کا سیکولر سول کوڈ (دیوانی قانون)

---

[1] دیکھئے بالا ص (لیکن اب دیکھئے روسیے (ROUSSIER) - STUDIA ISLAMICA ۱۹۶۰ نمبر ۱۲ ص ۱۳۱ وما بعدہا)

[2] یہ صحیح ہے کہ یہ قانون ایک سے زائد عورتوں سے شادی کو اس طرح باطل قرار نہیں دیتا جیسے کہ (روایتی اسلامی قانون کی پیروی کرتے ہوئے) ایک سے زائد مردوں سے شادی کو باطل قرار دیتا ہے۔ قانون کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنے کی سزا (ایک سال کی قید اور / یا ۲۴ لاکھ فرانک جرمانہ) بھگتنے پر آمادہ ہو وہ کتنی بھی عورتوں سے بلا قید تعداد شادی کرسکتا ہے۔ ان میں سے ہر شادی صحیح ہوگی اور اس صورت میں فقہ اسلامی کی مانند وہ زیادہ سے زیادہ چار کی حد بھی اس پر عائد نہ ہوگی۔ مشتے نمونہ از خروارے یہ ان متعدد مواقع میں سے ایک مثال ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تونسی قانون کی تیاری میں ضرورت سے زیادہ عجلت سے کام لیا گیا ہے۔ [3] قانون اس مسئلے پر خاموش ہے کہ ایک غیر مسلم مرد ایک مسلمان عورت سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں۔ (دیکھئے: کولسن، محولہ بالا، ص ۱۲۲، نوٹ ۲، ص ۱۲۰ وما بعدہا، ص ۱۶۵ وما بعدہا) معلوم ہوتا ہے اس نکتے کو جان بوجھ کر مبہم رکھا گیا ہے۔

[4] بالا ص ۱۳ وما بعدہا۔

آخر میں ہم پھر مراکش کی طرف عنانِ توجہ منعطف کرتے ہیں۔ یہاں مراکش میں مشہور عوامی شخصیت علال الفاسی نے ۱۹۴۹ء میں ایک نہایت بے لاگ اور انقلابی پروگرام جدید اسلامی قانون سازی کا پیش کیا۔[۱] سیدی علال تیسرق ادنی کے قانونی جدت پسندوں کی طرح اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ قانون کی بنیاد مذہب پر رکھی جانی چاہئے۔ لیکن جیسا کہ آگے آتا ہے وہ ان سے ایک قدم آگے بڑھا کر رکھتا ہے۔ اس کے یہ الفاظ' ایک اہم جزیئے کو نظر انداز کرتے ہوئے شرق ادنی کے قانونی جدت پسندوں کے بیانات سے پوری طرح ہم آہنگ ہیں کہ "میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے نتائج نکالنے میں جلد بازی کا مرتکب ہونے کے بجائے مجھے بے لاگ لپیٹ اس بات کا اظہار کر دینا چاہئے کہ یہ ہمارے ملک کے حق میں بہتر ہی ہوگا ایک ایسا مراکشی مدونہ (کوڈ) تیار کر دیا جائے جسے اس ملک کی تمام عدالتوں کے ذریعے اس ملک کے تمام باشندوں پر منطبق اور نافذ کیا جائے اور جس کی اصولی قانونی بنیادیں اسلامی قانون اور فرانسیسی و دیگر غیر ملکی مجموعہ ہائے قوانین پر استوار کی جائیں۔ ملک معظم کی منظوری اور علما کی اس تصدیق کے بعد کہ اس کی ہر دفعہ اسلامی قانون کے عمومی اصول و قواعد سے پورے طور پر ہم آہنگ ہے اس کا نام مراکش کا اسلامی کوڈ (کوڈ) رکھا جائے گا۔ بہت سے بزعم خود عقل مند حضرات ایسے کوڈ کو اس بنا پر رجعت قہقری قرار دیں گے کہ سارے تہذیب یافتہ ملکوں نے خالص سیکولر قانون کو قبول کر لیا ہے۔ اس کے برعکس جمود کے بعض علم بردار میری ان سفارشات کی بنا پر مجھے اسلامی قانون کی بنیادوں پر تیشہ چلانے کا ملزم قرار دیں گے۔ ان سب سے میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ زمان و مکان کی قیود سے ماورا اعلیٰ اصولوں پر مبنی 'قانون (یعنی اسلامی قانون) کو کوئی بھی دوسرا قانون نہ شکست دے سکتا ہے نہ اسے مغلوب کر سکتا ہے۔ ایسے قانون کو اپنی آیندہ قانون سازی کی اصولی بنیاد قرار دینے کا مطلب اس قانون سازی کو تحفظ کی ضمانت دینے کے مرادف ہے اور دوسری طرف اپنے ملک کو ایسا مدونہ فراہم کر دینا ہے جو ہمارے سیکولر مفادات کی پوری حفاظت کرے گا اور اس کے ساتھ ہمارے مذہب کو بھی ادنیٰ ترین نقصان نہیں پہنچائے گا اور نہ اس کی زد کسی طرح دورِ جدید کے انتہائی

---

[۱] رسالۃ المغرب' رباط' مورخہ ۲ نومبر ۱۹۴۹ء؛ فرانسیسی ترجمہ در ECHANGES (مبادلہ) رباط' فرانسیسی سلسلہ نمبر ۴' مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۹ء۔ میں نے موخر الذکر سے استفادہ کیا ہے جس کے حصول کے لئے رباط کے پروفیسر لے۔ آدم کا شکر گزار ہوں۔

تہذیب یافتہ ممالک کے ارتقا پسند جذبے کی پیدا کردہ ضروریات وحاجات پر پڑے گی چاہے ان ضروریات کا مفہوم کتنا بھی وسیع کیوں نہ قرار دیا جائے"۔ علاّل الفاسی نے جس مسئلے کو واشگاف طریقے پر بیان کیا ہے وہ مغربی قانون سازی اور زیر بحث صورت میں جدید فرانسیسی قانون سازی کو مراکشی اسلامی قانون سازی کی ایک اصولی قانونی بنیاد تسلیم کرنا ہے۔ علاّل اس بات کی معقولیت دو تاریخی امور کے ذریعے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جن میں سے ایک سے جس کا تعلق خود اسلامی قانون سے معلوم ہوتا ہے کہ علاّل اسلامی قانون کی تاریخ کا حقیقی شعور رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے "ہم اس سے واقف ہیں کہ اسلامی قانون کا اولین ماخذ وحی الٰہی تھا لیکن فروعات میں اس نے بہت سے بیرونی قانونی ضابطوں بلکہ اُن عُرف وعادات سے بھی استفادہ کرنے میں احتراز نہیں کیا جو اسلام کے مفتوحہ علاقوں میں پائے جاتے تھے۔ یہ استفادہ ہر اس موقع پر کیا جاتا تھا جب مذکورہ ضوابط اور عُرف وعادات کو اسلامی قانون کے عمومی فقہی اصولوں سے ہم آہنگ کرنا ممکن ہو جاتا۔ اس سے اسلامی قانون کے انطباق کے بعض اُن تنوعات کو جو مقام اور وقت کی وجہ سے رونما ہوئے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے"۔ سیدی علاّل کا دوسرا تاریخی استنتاج کچھ وزنی نہیں معلوم ہوتا۔ وہ اسلامی یا مغربی قانون کی تاریخ کے طالب علم کے نزدیک تو کیا ایک ایسے شخص کے لئے بھی قابل قبول نہیں جو ازمنہ وسطیٰ کی تاریخ سے متوسط درجے کی بھی واقفیت رکھتا ہے۔ وہ کہتا ہے "مثال کے طور پر فرنچ کوڈ کو لیجئے۔ اس پر بحث کرنے والے مورخین کبھی اسلامی قانون کا حوالہ نہیں دیتے اور نہ اسلامی قانون کے عمومی اصول اور قواعد کے جو اثرات مرتب ہوئے ان کا کبھی ذکر کرتے ہیں۔ مگر تاریخ بتاتی ہے کہ فرانسیسی کوڈ کی تہذیب وتکمیل کے وقت خاص طور پر امام مالکؒ کا فقہی مذہب واضعین قانون کے مسلسل پیش نظر رہا ہے اور بعد میں اس کے اثرات پڑتے رہے ہے.... فرانسیسی قانون عرف وعادات (CUSTOMARY LAW) کی تدوین ۱۴۵۳ء میں ہوئی۔ اسلام اسپین اور جنوبی فرانس میں آٹھویں صدی

ECHANGES کے متن میں اس جگہ اور اس کے بعد کے مقامات میں بھی "ابن مالک" کے الفاظ ہیں۔

میں داخل ہوا[1]۔ پواٹیر (POITIERS) کی شکست کے بعد بھی یورپ پندرہویں صدی کے آخر تک مسلمانوں کے زیر اقتدار رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کا مروجہ اسلامی قانون، اسپین، فرانس اور اٹلی کے عرف وعادات میں سات صدیوں تک چھن چھن کر داخل ہوتا رہا۔ دوسری طرف ترکی اثرات مشرقی یورپ کے واسطے سے مغربی یورپ میں نفوذ کرتے رہے۔ یہ ناقابل یقین ہے کہ مسلمانوں نے یورپ میں اتنے طویل عرصے تک حکومت کرنے کے بعد بھی ان ممالک کی عدالتوں میں اسلامی قانون کو رائج نہیں کیا اور ان دو گروہوں میں جن میں سے ایک کے پاس ایک تحریری قانون موجود تھا اور دوسرا جن کے پاس اس طرح کی کوئی چیز نہ تھی، اسلامی قانون اور عرف کی بنا پر باہم ایسے روابط وجود میں نہ آئے ہوں جن کے اُن اثرات کا اعتراف جو جاگیرداری نظام کے سربراہوں کی ذہنیت اور روایات پر پڑے آزاد خیال فرانسیسی مفکرین تک نے کیا ہے[2]۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی فرانسیسی کوڈ اور امام مالک کے فقہی مذہب کا تقابلی مطالعہ کرے گا وہ نوے فی صد معاملات میں ان دونوں کے افکار کی مشابہت کا بخوبی ادراک کرے گا"

مراکش کی جدت پسندانہ قانون سازی واقعات کے اعتبار سے ان خطوط پر نہیں چلی جن کی طرف علال نے اشارہ کیا ۱۹۵۷ء کے اواخر میں ایک شاہی فرمان نے نکاح اور فسخ نکاح کے بارے میں "مدونہ" یا شخصی اور وراثتی احکام کے اسلامی کوڈ کی پہلی دو کتابوں، کتاب اول اور کتاب ثانی کا نفاذ کیا۔ اور تا دم تحریر کتاب ثالث و رابع کا اعلان ہو چکا ہے[3]۔ کمیشن کے عمومی رپورٹر نے،

---

[1] اندلس پر یوروپ کے حملے ۷۱۲ء میں شروع ہوئے۔ امام مالک کا انتقال ۱۷۹ھ مطابق ۷۹۵ء میں ہوا۔ [2] سیدی علال نے اس سے پہلے بار تمیلی سالی ہلیر ریناں، بیاں، اور دوسرے آزاد خیال فرانسیسی مفکرین کا حوالہ دیا ہے۔ [3] سرکاری فرانسیسی ترجمہ در REVUE ALGERIENNE (الجزائری جائزہ) جلد ۷۴، ۱۹۵۸ / iii، ۲، ۳۴۲۵، ۳۸ - ۴۴؛ الجیریائی جائزہ جلد ۷۵، ۱۹۵۹ / iii ص ۶۰ اور مابعدہا۔ مزید دیکھئے جے۔ این۔ اینڈرسن در JOURNAL OF AFRICAN LAW (مجلہ قانون افریقی) جلد ۱۹۵۸ء، ۲، ۱۴۶ - ۱۵۹؛ جے لاپان ژردن ویلی (LAPANNE-JOINVILLE) REVUE MAROCAINNE DE DROIT (قانون کا مراکشی جائزہ) ۱۹۵۹ء، ۹۷ - ۱۲۸۔

جس کے ذمہ مدوّنہ کے مسودے کی تیاری تھی، مراکش کے دور آخر کے اسلامی فقہ کے اس تسلیم شدہ منہاج پر زور دیا کہ اگر کوئی مرجوح اور غیر مفتیٰ بہ قول تعامل کے مطابق ہے تو اسی کو ترجیح دی جائے گی۔[۱] اور اس میں کوئی شک نہیں کہ کمیشن کے خیال میں اس کے کام کی نوعیت "مراکش کے عدالتی تعامل" کی نئے سرے سے تخلیق تھی۔ شاید کوئی مورخ یہ کہے کہ کمیشن نے اس منہاج کو استعمال کر کے ایسی آزادروی کا مظاہرہ کیا جو ان کے اسلامیات کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی ہوگی[۲] تاہم یہ بات صحیح ہے کہ مراکشی قانون سازی کا یہ مظاہرہ، اگرچہ مشرق ادنیٰ کی قانونی جدت پسندی سے متاثر اور اسی کی تحریک کا نتیجہ ہے، لیکن اس کے باوجود اس ملک کے اسلامی قانونی فکر کی روایات سے پورے طور پر ہم آہنگ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کے تیار کنندوں نے روایتی اسلامی قانون کے سلسلے میں "اصح اور مفتیٰ بہ قول" اور "عدالتی تعامل" دونوں کے باہمی فرق کا نہایت صفائی سے اقرار کر کے اپنے آپ کو اس اصولی ابہام سے بچا لیا ہے جو مشرق ادنیٰ کی قانونی جدت پسندی کے اکثر مظاہروں کا خصوصی لازمہ ہے۔

یہ ہے اسلامی قانونی تجدد پسندی کا تاریخی اور اس کے نظام سے تعلق رکھنے والا پس منظر۔ اسلام کے ابتدائی ماہرین قانون کا، پہلی صدی ہجری کے دوران اور دوسری صدی ہجری کے شروع میں، یہ کام رہا کہ وہ اور اپنے گردوپیش کے معاشرے کو اسلام کے معیاروں پر پرکھ کر انھیں باہم آمیز کر کے مربوط معیاری نظام کی ہیئت عطا کرتے تھے۔ جدید اسلامی فقہاء و ماہرین قانون اور قانون حضرات کو بھی یہی کام ذرا مختلف مواد سے انجام دینا اور اس طرح ایک نئے امتزاج کو حاصل کرنا ہے۔ اگر ان حضرات کی خواہش ہے کہ اس امتزاج کا رشتہ ماضی سے نہ ٹوٹے، یہ اسلامی فقہ کی پوری تاریخ سے بغاوت نہ قرار پائے اور خود اپنی جگہ مرتب و مربوط اور بے لاگ بھی ہو تو یہ ضروری ہے کہ یہ نہ تو روایتی فقہ کی میکانکی اور من مانی نئی تشکیل ہو اور نہ ایسا ہو کہ اوپر سے تو تعبیر اسلامی

---

[۱] دیکھئے بالا ص ۔ وما بعدہا۔ [۲] سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ انھوں نے مالکی مذہب کے فقہاء کے علاوہ دوسرے مذاہب کے فقہاء کی آراء سے استفادہ کیا۔

نظر آئے مگر اندر سے تعمیر کا اصل ڈھانچہ سیکولر ہو۔ یہ ناگزیر ہے کہ یہ امتزاج جدید سماجی زندگی اور جدید قانونی حد کی قدر و قیمت کا اسلامی نقطۂ نظر سے بھرپور جائزہ ہو۔ اسلام کے جدید ماہرین قانون کو جس سوال کا جواب دینا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں متعین طور سے روایتی فقہ کے وہ کون سے عناصر ہیں جو اسلامی معیاروں کی نمایندگی کرتے ہیں؟ اس کے بہت سے جواب دئے جا سکتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ بہت سے دیئے بھی گئے ہیں۔ اسلام اور اسلامی قانون دونوں کے مورخین کو سب سے زیادہ دلچسپی جس چیز سے ہے وہ یہ نہیں کہ فروعی مسائل کے بارے میں عارضی طور سے مختلف مقامات پر کن مختلف فیصلوں کو قبول کیا گیا بلکہ یہ ہے کہ مختلف اسلامی ممالک میں سے ہر ایک کا مختلف اصولی اور تاریخی پس منظر زیر بحث مسئلے سے پیدا شدہ ردعمل پر کس حد تک اثر انداز ہوا۔ اس مقالے کا مقصد انھیں مختلف پس منظروں کی تحلیل و تجزیہ ہے۔ اس بحث کا نتیجہ کسی اسلامی ملک میں کچھ بھی برآمد ہو، وہ نہ صرف اسلام اور اسلامی قانون کے مغربی طالب علموں کی بلکہ ان لوگوں کی بھی دلچسپی کا باعث ہوگا جن کی دلچسپیوں کی بنیاد دنیا کے اس خطے سے روشن خیالی اور ہمدردی کے جذبات پر استوار ہے۔

حجلۂ گل

حضرت آلم مظفر نگری کا چوتھا مجموعہ کلام ہے، وہ تمام نظمیں اور غزلیں جو ملک کے مشہور اور معیاری اخبار و رسائل میں شائع ہو کر اہلِ نظر سے خراج دادِ تحسین حاصل کر چکی ہیں اس مجموعے میں شامل کر دی گئی ہیں، سب جانتے ہیں کہ حضرت آلم مظفر نگری ملک کے صفِ اوّل کے شاعر ہیں انکی خصوصیاتِ فن، اہلِ کمال سے مخفی نہیں انکے یہاں قدیم و جدید رنگِ سخن کا بہترین امتزاج پایا جاتا ہے پختگی کلام اور اثر آفرینی ہر شعر سے نمایاں ہے۔ کتاب بہترین کاغذ پر چھاپی گئی ہے، گرد پوش دیدہ زیب، لکھائی چھپائی عمدہ ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف تین روپے ۵۰ نئے پیسے۔

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶